سید شمیم احمد

خانوادۂ چشتیہ بہار اور بنگال میں

سید شمیم احمد صاحب کا ایک فکر آفریں مقالہ "خانوادۂ زاہدیہ" سے متعلق ایک گزشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ زیر نظر مقالہ "خانوادۂ چشتیہ بہار اور بنگال میں" بھی تحقیق و کاوش کے اعتبار سے "نقش ثانی" کی حیثیت رکھتا ہے۔

برعظیم پاک و ہند کے مشرقی علاقوں میں چاٹگام سے پٹنہ تک جا بجا چشتیہ سلاسل کے بزرگان کے مزارات و آثار پھیلے ہوتے ہیں۔ کہیں عالیشان مقبرے ہیں تو کہیں ویران و شکستہ حال خانقاہوں کے کھنڈرات۔ چاٹگام میں حضرت بابا فرید گنج شکر کا چشمہ اور چلہ گاہ باعث خیر و برکت سمجھے جاتے ہیں تو پٹنہ ضلع کے ایک گاؤں سیلچھی میں خواجہ عثمان ہارونی کی درگاہ سے لوگوں کو عقیدت ہے۔ مشرقی ہندوستان کے صوبہ جات بنگال اور بہار کو چھٹی صدی ہجری کے چند آخری سالوں میں بختیار خلجی نے فتح کیا۔ اس کی فتوحات کے ساتھ ہی صوفیائے کرام بھی اپنا مشن لے کر پہنچے، اور بختیار خلجی کی قلمرو میں منیر سے دیوکوٹ تک تبلیغ و ہدایت کا سلسلہ قائم ہوگیا۔ سہروردیہ اور اس کے بعد چشتیہ خانوادہ کے مشائخ پہنچے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زندگی میں ہی بنگال اور بہار میں چشتیہ سلسلہ کے قدم جم گئے۔ خواجہ صاحب کے کئی خلفاء[1] نے تبلیغی سرگرمیوں اور فوجی مہموں کے سلسلہ میں ادھر رخ کیا۔ مثال کے طور پر

۱۔ بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء۔ ڈاکٹر اختر اورینوی (مقدمہ)

حضرت حسن خنگ سوار اور سید احمد اور سید محمد بہار کی فوجی مہموں میں شریک ہوئے۔ آخر الذکر دونوں کا مقبرہ حاجی پور کے نزدیک موضع جروحہ میں ہے، اور ماموں بھانجہ کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت حسن خنگ سوار کا مزار بھی پٹنہ ضلع کے کسی گاؤں میں ہے۔ تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلہ میں اس طرف کا رخ کرنے والے بزرگوں میں سب سے نمایاں نام خواجہ عبداللہ کرمانی کا ہے۔ مغربی بنگال میں بمقام بیر بھوم آپ کا روضہ ہے۔ آپ کے حالات زیادہ تفصیل سے نہیں ملتے۔ خواجہ صاحب کے خلفا کے ذکر میں ضمنی طور پر آپ کا نام آتا ہے یا پھر صوفیائے بنگال کے ضمن میں دو چار سطروں میں حالات ملتے ہیں۔ مگر بہر حال اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ خواجہ غریب نواز کے ممتاز اور با اثر خلفا میں تھے۔ آپ سے منسوب ہو کر چشتیہ سلسلہ کی شاخ کرمانیہ بھی نکلی تھی۔ حضرت عبداللہ کرمانی کے انتقال کا سال بھی معلوم نہیں ہوا۔ اس دور کے دوسرے چشتی مشائخ کے حالات پر روشنی نہیں پڑتی کیونکہ اس وقت عوام نیز خواص پر زیادہ اثر سہروردیہ کا تھا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ شیخ جلال الدین تبریزی جیسے عظیم المرتبت سہروردی بزرگ بنگال کے علاقہ میں تبلیغ کر رہے تھے۔ بہار میں مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری کے نانا قاضی شہاب الدین پیر جگ جوت بڑے با اثر شیخ تھے۔ دونوں مشائخ شیخ الشیوخ خواجہ شہاب الدین سہروردی کے خلفا تھے۔ ان دونوں کے علاوہ اور بھی سہروردی بزرگان بنگال اور بہار میں پھیلے ہوئے تھے۔ بنگال کے خلجی حکمران خراسان کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہاں سہروردیہ خانوادہ بہت مقبول تھا۔ لہذا یہاں بھی خلجی سلاطین و امراء کی طرف سے اس خانوادہ کے بزرگوں کی قدردانی ہوئی۔ اس کے علاوہ بعض سیاسی پہلو بھی کام کر رہے تھے۔ شہنشاہ التمش اور بنگال کے سلطان غیاث الدین عوض خلجی کے تعلقات انتہائی کشیدہ تھے۔ دونوں میں فوجی معرکہ آرائیاں ہوتی رہتی تھیں۔

۱۔ صرف زم از شیخ عجائب بحان ص ۔ ۲۱ ، مسلم بنگلہ ساہتیہ ، از ڈاکٹر انعام الحق ، ص ۳۱

التمش اور دہلی کے امراء چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کے عقیدت مند تھے، اور اس سلسلہ کے صوفیائے کرام بھی التمش کو صالح حکمران مانتے تھے۔ لہذا عوض خلجی نے اپنی مملکت میں سہروردیوں کو زیادہ حوصلہ افزائی کی۔ یہی صورت حال ملتان میں تھی۔ حاکم ملتان ناصرالدین قباچہ کی بھی التمش سے ان بن رہتی تھی۔ وہاں بھی چشتیہ کی بجائے سہروردیہ کو اسی دور میں فروغ حاصل ہوا۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مشرقی خطے میں چشتیہ کا تعارف اسلامی فتوحات کے ابتدائی ایام میں ہو گیا تھا۔

خواجہ عثمان ہارونی

اگر یہ مقامی روایت تسلیم کر لی جائے کہ خواجہ بزرگ کے پیر و مرشد خواجہ عثمان ہارونی کا مزار مبارک بہار شریف کے گاؤں بیلچھی میں ہے تو اس علاقے میں چشتیہ خانوادہ کی قدامت اور عظمت میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ بہار شریف کے مضافات میں ایک گاؤں بیلچھی کے نام سے مشہور ہے۔ کسی زمانہ میں یہ ایک شہر تھا۔ بعض پرانی کتابوں میں شہر بیلچ کا ذکر آیا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ بیلچھی اسی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس گاؤں میں ایک درگاہ خواجہ عثمان ہارونی کے نام سے منسوب ہے۔ ہر سال شوال کے ماہ پورے احترام کے ساتھ عرس میں فقراء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد شریک ہوتی ہے۔ کچھ مشائخ تو احتراماً شہر سے پیدل چل کر جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خواجہ عثمان ہارونی کا اصل مزار نہیں چلّہ ہے۔ ویسے درگاہ کے اندر باضابطہ مزار ہے۔

مشہور مورخ فرشتہ نے "تاریخ محمد قندہاری" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عثمان ہارونی کا دہلی آنا ثابت ہوتا ہے۔[1] نیز خواجہ بزرگ کی ایک تصنیف "گنج الاسرار" میں درج

---

[1] فرشتہ کا بیان ہے کہ "در تاریخ محمد قندہاری مسطور است کہ پیر خواجہ معین الدین چشتی یعنی شیخ عثمان ہرونی در عہد شمس الدین محمد التمش بہ دہلی تشریف آورد و شمس الدین کہ مرید او بود در تعظیم و تکریمش دقیقہ فرو نگذاشت۔" (ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ، ج ۲، ص ۳۷۰ (فارسی) اور بزم مملوکیہ ص ۶۶ تا ۶۷)

ہے کہ شہنشاہ التمش کے دورِ حکومت میں آپ ۶۱۲ھ میں دہلی تشریف لائے تھے۔ بعض اسکالر[1] اس کتاب کو خواجہ صاحب کی تصنیف ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ ایک بار حضرت نظام الدین اولیاء سے بعض مریدوں نے کوئی کتاب تصنیف کرنے کی درخواست کی تو آپ نے جواب دیا کہ ہمارے پیرانِ طریقت نے جب کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی تو میں کیوں یہ بدعت کروں۔ اس کے علاوہ اس رسالہ میں بعض اشعار مولانا رومی کے ہیں جن کا زمانہ خواجہ صاحب کے بعد کا ہے۔ یہ دونوں دلائل زیادہ وزنی نہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء کا اشارہ دراصل کسی جامع تصنیف سے تھا جیسی کہ خواجہ شہاب الدین سہروردی۔ خواجہ ابوالنجیب ابوالقاہر سہروردی، حضرت غوث الاعظم، حضرت محی الدین عربی وغیرہ نے تصوف اور فلسفہ تصوف پر لکھی ہیں نہ کہ چند صفحاتی رسائل[2] سے۔ پھر ممکن ہے کہ حضرت نظام الدین اولیا کو خواجہ صاحب کی اس تصنیف کا علم نہ ہو۔ یہ کوئی مشہور اور علمی کتاب نہیں کہ چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کے علم و مطالعہ میں رہتی۔ رہا سوال مولانا رومی کے اشعار کا تو یہ ممکن ہے کہ بعد میں کسی نے اس میں ترمیم و اضافہ کر دیا ہو۔ بنیادی طور پر خواجہ صاحب کی تصنیف ماننے سے انکار کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ آخر کوئی خواجہ صاحب سے غلط کیوں منسوب کرنے لگا۔ حقیقت خواہ کچھ بھی ہو اس کتاب کے بیان سے حضرت عثمان ہارونی کی درگاہ والی روایت کو تقویت ملتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے قیام کے بعد

۱۔ مولانا خلیق احمد نظامی "گنج الاسرار" کو خواجہ بزرگ کی تصنیف ماننے سے قطعی انکار کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات ص ۱۲۴۔۱۲۷۔ مولانا نظامی کتاب کا نام 'گنج الاسرار' لکھتے ہیں اور صاحب بزم مملوکیہ مولانا صباح الدین عبدالرحمن 'کنجل اسرار' رقم کرتے ہیں۔

۲۔ خواجہ بزرگ نے اپنے مرشد کے اقوال و تعلیمات کو بھی جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا تھا جو 'انیس الارواح' کے نام سے مشہور ہے۔ گنج الاسرار بھی پیر کی ہدایت کے مطابق لکھی تھی۔